دینی مدارس کا مزاج

قاری سعید الرحمٰن
رئیس الجامعۃ الاسلامیہ، راولپنڈی

صدیوں سے دینی مدارس قائم ہیں اور اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہیں، دین کی جو بہاریں آج نظر آ رہی ہیں وہ ان دینی مراکز کی برکات ہیں، حکومتی تعاون سے الگ تھلگ اپنے مزاج کے مطابق خاموشی سے اپنے کام میں یہ ادارے مگن ہیں، مدارس کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز اب سے ایک سو چالیس[۱۴۰] سال قبل ۱۸۶۷ء محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند اور پھر رجب ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء میں مظاہر العلوم سہارنپور سے ہوا۔ نشأۃ ثانیہ کے اس دور سے آج تک مدارس بڑے بحرانوں سے دوچار رہے، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غیروں کی بے پناہ سازشوں کے باوجود اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہے، اربابِ مدارس اور علماء کرام کی مساعی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن اصحابِ خیر مسلمانوں کا تعاون بھی انتہائی قابل رشک ہے 'اسی لیے مدارس کبھی حکومتی تعاون کے دستِ نگر نہیں رہے، ارباب مدارس کے سامنے بانیٔ دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام مولینا محمد قاسم نانوتویؒ کے وہ آٹھ اصول ہیں جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں حضرتؒ کے قلم سے محفوظ ہیں۔ انہیں سے ایک اصول نمبر 8 یہ ہے کہ: ''اس مدرسہ میں جبتک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں تب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی اس کی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر، کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجاء جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائیگی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا'' القصہ آمدنی اور تعمیر میں ایک قسم کی بے سروسامانی رہی، (تاریخ دارالعلوم ص 106)

دارالعلوم دیوبند کے بارے میں مشہور مؤرخ شیخ محمد اکرام اپنی کتاب ''موج کوثر'' میں لکھتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند کی ابتداء نہایت معمولی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم اور بانیوں کے حسن نیت سے جلد ہی اس نے ترقی شروع کر دی'' آگے لکھتے ہیں کہ ''دیوبند کا قیام جنگ آزادی کے بیس[۲] پچیس[۲۵] سال بعد ہوا لیکن جلد ہی اس نے قوم کے تعلیمی نظام میں معزز جگہ حاصل کر لی اور آج قدیم طرز کی اسلامی درس گاہوں میں سب سے زیادہ اس کی ترقی کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس بیج کا اچھا تھا اور اچھے ہاتھوں سے بویا گیا تھا''۔ آگے لکھتے ہیں: ''دارالعلوام کو خوش قسمتی سے ایسے اساتذہ ملے جنہوں نے قوم کی نظروں میں اس کا وقار بڑھا یا دیا۔ مثلاً مولانا محمود الحسن محدث، مولانا انور شاہ

محدث اور مولانا شبیر احمد عثمانی یہ لوگ زھد و تقویٰ، راست گوئی، بے ریائی اور بے حرصی میں اسلاف کے بہترین علماء و صلحاء کا نمونہ تھے، خود غرضیوں اور کج بحثوں سے قطعاً پاک ...... نتیجہ یہ کہ مخالفین بھی انکی عزت کرتے (موج کوثر ص ۲۰۶ تا ص ۲۰۹) انکے علاوہ شیخ المحدثین حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ قابل ذکر ہیں۔

دور حاضر کی عظیم شخصیت، علم و روحانیت کا حسین امتزاج، زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذارنے والے علماء و طلباء کیلئے قابل تقلید ہستی، تقریباً پونے صدی مدارس کے نظام سے وابستہ یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی خود نوشت اور دلچسپ معلوماتی اور اکابر کے ذکر پر مشتمل ''آپ بیتی'' (ص ۳۵) میں 'طلباء کی تربیت اور اس کی اہمیت' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''میرے اکابرؒ کے ہاں طلباء کے آداب پر خصوصی نگاہ رہتی تھی، اوّل تو اس زمانہ میں اکابر اور اساتذہ کا احترام طلباء کے اندر مرکوز تھا، حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کو بھی اس کا بہت احساس تھا ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ ''فلاں مدرسہ میں ایک وقت میں اکابر کی ایک ایسی جماعت تھی کہ ہر قسم کی خیر و برکات موجود تھیں، ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے اعتبار سے بھی، اس وقت تعمیر اتنی بڑی نہ تھی مگر ایک ایسی چیز اتنی بڑی تھی کہ مدرسہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا ہر چہار طرف بزرگ ہی بزرگ نظر آتے تھے، اب سب کچھ ہے اور پہلے سے ہر چیز زائد ہے، مگر وہی چیز نہیں جو اس وقت تھی، گویا جسد ہے روح نہیں''۔

مدرسہ میں انجمن قائم کرنے پر فرمایا: ''اب تعلیم و تربیت ختم، اب نہ تو استاد کا ادب رہا اور نہ مہتمم صاحب کا ادب رہا، نہ پیر کا ادب رہا نہ باپ کا''۔ یہ نہایت مشہور مقولہ اور نہایت مجرب ہے کہ: ''شاگرد استاد کی بے حرمتی سے علم کی برکات سے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور والدین کی بے حرمتی کرنے والا روزی سے ہمیشہ پریشان رہتا ہے''۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رئیس التبلیغ کے ملفوظات میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ نے طلباء کے متعلق تین اصول تفصیل سے لکھوائے، مرض الوفات میں جب ضعف انتہاء کو پہنچا ہوا تھا بات کرنے کی طاقت نہیں تھی، بعد نماز فجر خاکسار کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ: کان بالکل میرے لبوں سے لگادو اور سنو! یہ طلباء اللہ کی امانت اور اس کا عطیہ ہیں انکی قدر اور اس نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ ان کا وقت انکی حیثیت کے مناسب پورے اہتمام سے کام میں لگایا جائے اور ذرا سا وقت بھی ضائع نہ جائے، یہ بہت کم وقت لے کر آئے ہیں، پہلے میری دو تین باتیں ان کو پہنچادو، پہلی یہ کہ اپنے تمام اساتذہ کی توقیر اور ان سب کا ادب و احترام آپ کا خصوصی اور امتیازی فریضہ ہے آپ کو ان کی تعظیم کرنی چاہیئے، جیسے کہ ائمہ دین کا حق ہے، وہ آپ لوگوں کیلئے علم نبوی کے حصول کا ذریعہ ہیں علم دین کے اساتذہ کے حقوق کا معاملہ اور بھی زیادہ نازک ہے ان طلباء کو میرا ایک پیغام تو یہ پہنچاؤ کہ اپنی زندگی کے اس پہلو کے اصلاح کی یہ خاص طور سے فکر کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علی والہ وسلم نے ''علم لاینفع'' سے پناہ مانگی اور اس کے علاوہ بھی عالم بے عمل کیلئے جو سخت وعیدیں قرآن و حدیث میں آئی ہیں وہ آپ کے علم میں ہیں۔

دوسری بات یہ ان طلبہ سے یہ کہی جائے کہ ان کا وقت بڑا قیمتی ہے وہ بہت تھوڑا وقت لیکر آئے ہیں لہٰذا اس کا ایک لمحہ بھی یہاں ضائع نہ کریں' آگے فرمایا یہ طے شدہ امر ہے اور عادت اللہ ہمیشہ سے یہی جاری ہے کہ اساتذہ کا احترام نہ کرنے والا کبھی بھی علم سے منتفع نہیں ہوسکتا''۔

حضرت مولانا محمد الیاس دھلویؒ کے مقبول اور مستجاب ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کا تبلیغی کارنامہ آج پوری دنیا میں جاری وساری ہے' ان کا یہ ملفوظ علماء وطلباء کے لئے فکر انگیز ہے' حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ آگے فرماتے ہیں کہ میرا تجربہ یہاں تک ہے کہ انگریزی طلبہ میں بھی جو لوگ طالب علمی میں اساتذہ کی مار کھاتے' ہیں وہ کافی ترقیاں حاصل کرتے ہیں' اونچے اونچے عہدوں پر پہنچتے ہیں' جس غرض سے وہ علم حاصل کیا تھا وہ نفع پورے طور پر حاصل ہوتا ہے' اور جو اس زمانہ میں استادوں کے ساتھ نخوت وتکبر سے رہتے ہیں وہ بعد میں اپنی ڈگریاں لیئے ہوئے سفارشیں ہی کراتے ہیں کہیں اگر ملازمت مل بھی جاتی ہے تو آئے دن اس پر آفات آتی رہتی ہیں بہرحال جو علم بھی ہو اس کا کمال اس وقت تک ہوتا ہی نہیں اور اس کا نفع حاصل ہی نہیں ہوتا جب تک اس فن کے اساتذہ کا ادب نہ کرے چہ جائے کہ ان سے مخالفت کرے' (آپ بیتی ص۶۲)

''تذکرۃ الرشید'' میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بارہا فرمایا کہ ''جب میں اور مولوی محمد قاسم دھلی میں استاد (مولانا مملوک علیؒ سے پڑھتے تھے' منطق کی کتاب ''سلم العلوم'' شروع کرنے کا ارادہ ہوا' وقت میں کمی کی وجہ سے دو بار ہفتہ میں پڑھانیکا طے ہوا۔ ایک روز یہی سبق ہورہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب مع تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ لو بھئی حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب) آگئے' حاجی صاحب آگئے اور حضرت مولانا نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: لو بھائی رشید سبق پھر ہوگا۔

مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا بھئی یہ اچھا حاجی آیا ہے' ہمارا سبق ہی گیا' مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں' ایسے ہیں' حضرت حاجی صاحب ہمارا حال دریافت فرمایا کرتے اور یوں کہا کرتے تھے کہ سارے طالب علموں میں وہ دو طالب علم (مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ) ہوشیار معلوم ہوتے ہیں''۔ حضرت حاجی صاحب کی آمد پر مولانا مملوک علی صاحب کا اس عقیدت و احترام سے کھڑا ہونا دلیل ہے کہ بڑوں کی عزت کس طرح کی جاتی ہے۔

پہلے دور میں مدارس میں ہڑتالیں سٹرائیک Stricke وغیرہ ناپید تھیں بعد میں جب طلبہ کے مزاج میں آزادی' خود رائی' اساتذہ اور بڑوں کی بے ادبی کی فضاء پیدا ہونی شروع ہوئی تو یہ تحریکات بھی ظاہر ہونے لگیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے ''آپ بیتی'' میں ۱۳۸۴ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ناکام سٹرائیک پر تفصیلی بحث فرمائی ہے اور اسکے عبرت ناک اور حیرت انگیز نتائج کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اس دور کے طلبہ کیلیے انتہائی قابل توجہ ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں: ''اس ناکارہ نے اپنی زندگی میں تکبر اور گھمنڈ کے بہت ہی نقصانات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چھوٹوں اور نادانوں کی زبان کی بدولت بڑے بڑے اکابر کو پریشانیوں میں مبتلا دیکھا' مدرسہ مظاہر علوم کی ۱۳۸۴ھ کی ناکام سٹرائیک اسی عجب و پندار کے ثمرات کا نتیجہ تھا' مدارس میں طلبہ کا اخراج ہوتا ہی رہتا ہے لیکن اس عُجب کی نحوست نے ایک معمولی طالب علم کے اخراج کو سٹرائیک تک پہنچا دیا۔ میرے نزدیک تو اس ہنگامہ کی بنیاد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا سایہ سرپرستی سے اٹھنا تھا' ۱۳۸۲ھ میں حضرت کا وصال لاہور میں ہوا۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ مدرسہ کے ممبران میں اہل اللہ ضرور ہونے چاہئیں۔ ایک طالب علم جس کی بہت سی شکایتیں مدرسہ مظاہر علوم کی شاخ مدرسہ خلیلیہ کے ناظم کے پاس پہنچ رہی تھیں' سینما بینی' انگریزی بال' اساتذہ کا عدم احترام' نماز کی عدم پابندی' مدرسہ کے اہل شوریٰ کے مشورہ سے اس کا اخراج کیا گیا۔

اس طالب علم نے لیبر یونین کے ایک غیر مسلم لیڈر کے مشورہ سے رات تقریر کی کہ میرا اخراج تم سب کے اتفاق سے رک سکتا ہے۔ میں نے ناظم صاحب کو کہا کہ اس ہنگامہ کی خبر لے' مگر ان کو اپنی نظامت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ انہوں نے مجھے اطمینان دلایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ چند دن بعد معلوم ہوا کہ طلباء نے اندر سے دروازہ بند کر کے ایک درخواست ناظم صاحب کے پاس بھیجی۔ جسمیں بہت سے لغو مطالبات کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا فلاں طالب علم کا اخراج ملتوی کیا جائے' مدرسہ کے سب اکابر ناظم صاحب' مولانا اسعد اللہ صاحب' مولانا امیر احمد صاحب صدر مدرس وغیرہ نے بارہا سمجھایا' مگر وہ نہ مانے اس ہنگامہ میں (مرکزی) مدرسہ مظاہر علوم کے طلبہ نے بھی عصبیت جاھلیہ میں ان کا ساتھ دینے کا تہیہ کیا' فوراً ایک جمعیۃ الطلبہ قائم ہوئی' صدر اور ناظم متعین ہو کر حلف اٹھا لیئے گئے کہ جب تک شاخ والوں کے مطالبات پورے نہ ہوں مدرسہ میں بھی اسٹرائیک کی جائے۔

مدرسہ کی مجلس شوریٰ میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو میں نے بڑے زور سے کہا کہ اس میں دورۂ حدیث کا کوئی طالب علم شریک نہیں' مدرسہ کے نائب ناظم تعلیمات مولانا عبدالمجید صاحب نے دبی زبان سے کہا کہ دورہ والے بھی اس میں ہیں' میرے گھمنڈ کا مبنی یہ تھا کہ ۱۳۴۰ھ سے حدیث کے سبق میں طلبہ کو ہر سال ان کا مقام وحیثیت بتاتا اور یہ کہ تم عنقریب مقتدائے قوم بننے والے ہو' مجھے پختہ یقین تھا کہ اس سال دورۂ حدیث والوں کی اکثریت جنید و شبلی بنیں گے' مگر میری حیرت کی انتہاء نہ رہی جب تحقیق سے معلوم ہوا کہ دورۂ حدیث کی پوری جماعت اس میں پیش پیش ہے اور زیادہ قلق اس سے ہوا کہ مجھ سے اور دیگر اساتذہ سے خصوصی تعلق رکھنے والے طلبہ درپردہ شریک رہے' دورہ کی اس جماعت کے حالات پر جو قلبی چوٹ لگی وہ آج دس برس تک بھی فراموش نہیں ہوئی۔ اس دوران طلبہ نے اپنے اساتذہ کی خوب بے عزتی کی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ مظاہر علوم تشریف لائے اور تبلیغی جماعتوں کو مسجد میں منتقل ٹھہرادیا جو ذکر و تلاوت اور دعاؤں میں مصروف رہتے' مختلف صوبوں وعلاقوں کی
جماعتوں کو مسجد میں مستقل ٹھہرادیا جو ذکر و تلاوت اور دعاؤں میں مصروف رہتے' مختلف صوبوں وعلاقوں کی
جماعتیں آتی اور اپنے اپنے صوبہ وعلاقہ کے طلبہ کو سمجھاتے۔ آخر میں افریقہ ممباسہ کے الحاج ابراہیم اسحاق آئے'

انہوں نے طلبہ کے اس گروہ کے صدر صاحب سے گفتگو کی' پہلے انہوں نے سٹرائیک کی وجوہ بیان کیں' حاجی صاحب نے پوچھا کہ آپ لوگ مدرسہ میں کتنی فیس داخل کراتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے مدارس میں فیس نہیں ہوا کرتی۔ (س) آپ لوگ فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کی کیا خدمت کرتے ہو؟ (ج) کوئی متعین نہیں۔ (س) آپ لوگ کھانے کا اپنے خود انتظام کرتے ہو یا مدرسہ میں قیمت داخل کرتے ہو؟ (ج) ہمارا کھانا مدرسہ کی طرف سے مفت ملتا ہے' حاجی صاحب نے کہا کہ جب سب کچھ مدرسہ آپ کو مفت دیتا ہے تو پھر سٹرائیک کیوں کر رہے ہو۔ اس دوران مدرسہ کے منتظمین کے درمیان اختلافات پیدا کرنیکی بھی زبردست سازشیں کی گئی جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ناکام ہوئیں۔ ایک اور مقام پر حضرت شیخ الحدیثؒ مدارس میں طلبہ تنظیموں کے وجود کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ناکارہ مدارس عربیہ میں جمعیۃ الطلبہ کا انتہائی مخالف ہے' اس کی قباحت تو طالب علمی کے زمانہ ہی سے میرے دل میں پڑی ہوئی ہے' مگر دن بدن تجربات نے مجھ کو تو اس سے اس قدر متنفر کر دیا کہ اسکے نام سے نفرت' اس کے شرکاء سے طبیعت میں انقباض ہوتا ہے' اس ناکارہ کا اپنے اکابر کے ساتھ ایک معمول ہمیشہ رہا ہے کہ یہ ناکارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح کہ وہ نص کو یوں فرماتے تھے: کیف افعل مالم یفعله رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم ''یعنی جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کیسے کروں ......!''

علامہ منذری نے ترغیب وترھیب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے " البرکة مع اکابر کم " (ترغیب ج ۱ ص ۵۳)۔ کہ برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہوتی ہے۔ میرے اکابر و حقیقی معنی میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے وارثین ونائبین ہیں اور انکے اقوال وافعال کو میں نے سنت کے بہت ہی زیادہ موافق پایا ہے اور اس کے خلاف میں ہمیشہ نقصان ہی پایا ہے' ان سب اکابر کو بھی میں نے ہمیشہ طلبہ تنظیموں کے مخالف ہی پایا...... ان تنظیمات سے وابستہ طلباء میں اکابر کی بے حرمتی واکابر مدرسہ اور اساتذۂ کرام کی حکم عدولی' توہین وغیرہ کے مناظر گذرے جب سے تو اس سے بہت ہی نفرت بڑھ گئی...... ان طلباء میں اکابر کا احترام تو بالکل ہی نہیں رہتا' علوم سے مناسبت بھی قائم نہیں رہتی' اچھی تقریر تو مشق سے پیدا ہو جاتی ہے' جس سے وہ اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتے ہیں اور اساتذہ پر تنقیدات شروع کر دیتے ہیں' جس سے علم سے محرومی طے شدہ ہے۔

ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے' ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ وفاق المدارس کو اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت عطا فرمائی ہے' اس سلسلۃ الذھب میں مدارس باہم منسلک ہیں۔ لیکن خطرہ ہے کہ گھمنڈ کی وجہ سے اس کو نظر نہ لگ جائے' اس لیئے تعداد کی کثرت کو بیان کرنیکی بجائے اسکی کارکردگی اور تعلیمی معیار کی طرف توجہ دی جائے۔ مدارس کے طلبہ میں بڑاں کا ادب واحترام علمی صلاحیت کیلئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے جو آج کے دور میں مضمحل بلکہ مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے بزرگ عالم دین مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ نے " آداب المتعلمین " میں اپنے استاذ کا واقعہ لکھا ہے کہ '' حضرت استاذی' مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب محدثؒ صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور (راقم کے والد محترمؒ) نے اپنا ایک واقعہ سنایا تھا کہ میں اپنے وطن سے جب سے سہارنپور پڑھنے کیلئے آیا تو ہر استاد سے مل کر

آیا تھا' ایک استاد جن سے ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ان سے ملاقات نہ ہوسکی جب سہارنپور آکر پڑھنا شروع کیا تو کتاب بالکل سمجھ میں نہ آئے' حالانکہ میں اپنی جماعت میں بہت سمجھدار سمجھا جاتا تھا' اس کے اسباب پر غور کیا' اللہ پاک نے رہنمائی فرمائی اور ان استاذ کی خدمت میں خط لکھ کر معافی مانگی اور ملاقات نہ ہوسکنے کی وجہ لکھی' انہوں نے جواب میں فرمایا' میرے دل میں خیال ہوا تھا کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر شاید تم نہیں ملے' لیکن تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی' اس کے بعد دعائیہ الفاظ لکھے' حضرت مولانا نے فرمایا کہ اساتذہ کے احترام ہی کا نتیجہ کہ تمہارے سامنے ترمذی پڑھا رہا ہوں۔ درس کا یہ عالم تھا کہ سب کا اس پر اتفاق تھا کہ ان سے بہتر اس وقت ترمذی پڑھانے والا برصغیر میں کوئی نہیں۔ (آداب المتعلمین ص ۳۱)

اس کتاب کے ص ۳۶ میں ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے علم حدیث کی سندھ حضرت حاجی محمد افضل صاحب سے حاصل کی تھی' مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی جو پندرہ برس تک آپ کے عمامے کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی' میں نے وہ ٹوپی پانی میں بھگوئی' صبح وہ پانی پی گیا' اس پانی کی برکت سے دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا تیز ہوگیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی .... اساتذہ کی ٹوپیاں اچھالنے والے اور مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کی اسکیمیں کرنیوالاے طلبہ اس پر غور کریں کہ اساتذہ کی عظمت کرنیوالوں نے کیا دولت حاصل کی اور پھر انہوں نے دنیا کو کیسا فیض پہنچایا۔

ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر علماء وطلباء کو یہ چیز مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ لادین طبقہ ہماری صفوں میں اختلافات برپا کرکے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے درپے ہے' کفر کو بھی اگر اس وقت خطرہ ہے تو دینی مدارس سے ہے کہ دین کو اصلی حالت میں باقی رکھنے کا ذریعہ ہیں' وفاق المدارس کے خلاف پروپیگنڈا اسی ایجنڈے کی تکمیل ہے۔

سیموئیل ھینٹنگٹن Samuel Huntngton جو تہذیبی تصادم کتاب کا مصنف ہے اپنی کتاب مہم ''ہم کون ہیں'' Who are we? میں کہتا ہے کہ ہمارا دشمن اسلام ہے اور خطرہ صرف اسلام سے ہے' اسمیں اس نے کہا ہے کہ اسلام کی طاقت کا منبع Power House اسلامی مدارس ہیں اس لیئے ضروری ہے کہ ان کو بند کردیا جائے یا انکے نصاب کو جدیدیّت اور مغربیت سے ہم آہنگ کردیں' (نوائے وقت' کالم' ایم اعظم 12 جولائی 2006ء)

ہمیں اس پر غور کرنا ہے کہ مدارس' اسلام کے آخری مورچہ ہیں ان کا ختم ہونا پورے تمدن کا سقوط ہے' کفر جن خطرناک منصوبوں کے ساتھ مدارس کو ختم کرنے اور کمزور کرنے پر لگا ہوا ہے وہ ہم سب کیلئے قابل غور ہیں' انہی منصوبوں میں مدارس کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا اور مدارس سے وابستہ حضرات کے درمیان خلیج بپا کرنا ان کا اہم مقصد ہے ان سب سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مدارس کے نظام کو اکابر کے نقش قدم پر چلانا ہماری زندگی کا اہم مشن ہونا چاہیئے' تاکہ اسلام کے یہ قلعے مزید مستحکم ومضبوط ہوسکیں۔

❋......❋......❋